درس حدیث

اللہ تعالیٰ پر توکل کی فضیلت

ثناء اللہ عبدالرحیم

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : {عرضت على الامم فرايت النبى ومعه الرهط (وفى رواية رهيط) والنبى ومعه الرجل والرجلان والنبى ليس معه أحد إذ رفع لى سواد عظيم فظننت أنهم أمتى فقيل لى هذا موسى وقومه ولكن انظر الى الأفق فنظرت فاذا سواد عظيم فقيل لى انظر الى الافق الآخر فاذا سواد عظيم فقيل لى هذه أمتك ومعهم سبعون الفا يدخلون الجنة بغير حساب ولاعذاب) ثم نهض فدخل منزله فخاض الناس فى اولئك الذين يدخلون الجنة بغير حساب ولاعذاب فقال بعضهم فلعلهم الذين صحبوا رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال بعضهم فلعلهم الذين ولدوا فى الإسلام ولم يشركوا بالله شيئا وذكروا أشياء فخرج عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ماالذى تخوضون فيه ؟ فأخبروه، فقال (هم الذين لايرقون ولايسترقون ولايتطيرون وعلى ربهم يتوكلون) فقام عكاشة بن محصن فقال: ادع الله أن يجعلنى منهم، فقال: أنت منهم ثم قام رجل اخر فقال:ادع الله أن يجعلنى منهم فقال: سبقك بها عكاشة}

تخریج :

صحيح البخارى ١٠/٢١١مع فتح البارى حديث نمبر ٥٧٥٢ باب من لم يرق، صحيح البخارى ١١/٤٠٥ باب يدخل الجنة سبعون الفا بغير حساب ـحديث نمبر ٦٥٤١، صحيح مسلم ٣/٩٤ كتاب الايمان مع شرح النووى

راوی حدیث:

عبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف الهاشمى القرشى ابوالعباس، ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم

آپ کی ولادت: ہجرت سے تین سال پہلے شعب ابی طالب میں ہوئی جس وقت کفار قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ بائیکاٹ کرکے ان کو مقید کیا تھا۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کو اپنے سینے سے لگا کر یہ دعا دی: (**اللهم علمه الكتاب وفقهه في الدين**) (ترمذی مع التحفة ٥/٦٣٨) ''اللہ اسکو کتاب (قرآن) کا علم سکھا دے اور اسے دین کی سمجھ عطا فرما'' اور حبر جیر ملک عرب نے آپ کو حبر العرب کے لقب سے نوازا۔ آپ کی وسعت علمی اور فقاہت دینی کی وجہ سے علماء آپ کو الحبر، البحر، مفسر قرآن جیسے القاب سے نوازتے ہیں۔ ابو بکرۃ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ابن عباس بصرہ تشریف لے آئے اور اس جیسا دیار عرب میں علم، جاہ ومنزلت اور خوبصورتی جسم وحلیہ کے اعتبار سے کوئی نہیں تھا۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے قریب رکھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اے ابن عباس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے سر کو اپنے دست مبارک سے محبت اور پیار کے ساتھ چھوتے اور آپ کے منہ پر اپنا لعاب مبارک ملتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے۔ ''اے اللہ اس بچے کو علم تفسیر سکھا دے اور دین کی سمجھ عطا کر''

عطاء بن ابی رباح فرماتا ہے کہ ابن عباس کی مجلس جیسی عظیم مجلس میں نے کبھی نہیں دیکھی، آپ کی مجلس میں اصحاب فقہ بھی اور اصحاب قرآن بھی اور اصحاب شعر بھی ہوتے تھے اور آپ سب کو اپنے وسیع علمی سمندر سے علوم ومعارف پیش کرتے تھے اور سب کو سیراب کرتے تھے، آپ کا شمار ان سات فقہاء میں ہوتا ہے جو فقہ واستنباط میں مشہور ہوئے اور ان صحابہ میں شمار ہوتا ہے جن سے بکثرت روایات مروی ہیں۔

مجاہد بن جبر المکی کہتے ہیں: کہ ابن عباس ۔رضي الله عنهما۔ کی وفات شہر طائف میں ہوئی، اور محمد بن الحنفیۃ نے نماز جنازہ پڑھائی، دوران تدفین ایک سفید خوبصورت پرندہ آیا اور آپ کے کفن مبارک میں داخل ہو کر ساتھ قبر میں گیا، وہاں سے نکلا ہی نہیں، بعض صحابہ اسے آپ کا علم سمجھا کرتے تھے، جب نماز سے فارغ ہوا تو ابن الحنفیۃ نے کہا: (**مات والله هذا اليوم حبر هذه الامة**) ''اللہ کی قسم آج اس امت کا (حبر) عالم فوت ہوا''۔ اور جب آپ کو دفنایا گیا تو قبر سے اس آیت کی تلاوت کی آواز آئی ﴿ **يأيتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي** ﴾۔ آپ سنہ ٦٨ھ میں فوت ہوئے (اناللہ وانا الیہ راجعون)

(الاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر ٢/ ٣٣٠، تقريب التهذيب صفحه ٣٠٩ رقم الترجمة ٣٤٠٩)

شرح مفردات:

الرھط :اس جماعت کو کہا جاتا ہے، جن کی تعداد دس سے کم ہو، مسلم کی ایک روایت میں الرھیط تصغیر کیساتھ آیا ہے، جسکا معنی ہے چھوٹی سی جماعت۔ بخاری کی بعض روایات میں اسطرح آیا ہے:(**فاخذ النبی یمر معه الأمة والنبی یمر معه النفر، والنبی یمر معه العشرة، والنبی یمر معه الخمسة والنبی یمر وحده**)(بخاری ١١/٤٠٥۔٤٠٦)

سواد : سے مراد وہ شخص ہے جو دور سے نظر آئے، پہچانا نہ جائے۔

الأفق: الجانب، کسی کنارے یا جانب کو کہا جاتا ہے

لا یرقون: وہ دم جھاڑ نہیں کرتے۔ یہ لفظ مسلم کا ہے، جبکہ بخاری میں صرف لا یسترقون ہے۔

ولا یسترقون : نہ کسی اور سے جھاڑ پھونک کرواتے ہیں۔ الرقی اور رقیۃ کی تعریف میں ابن الاثیر نے لکھا ہے "الرقیة" ھی العوذة التی یرقی بھا صاحب الآفة کالحمی والصدع وغیر ذلک من الآفات۔(النھایة فی غریب الحدیث والأثر ٢/٢٥٤) "یعنی وہ افعال واقوال جن کے ذریعے مریض یا آفت والے کو جھاڑ دم کیا جاتا ہے، جیسے سانپ کا ڈسا ہوا شخص یا مرگی کی بیماری والا شخص۔ اور اسی سے تعویذ ہے جس میں کچھ رکھ کر آفت زدہ شخص کے گلے وغیرہ سے لٹکایا جاتا ہے۔

لا یتطیرون: (أی لا یتشاءمون بالطیور ونحوھا) پرندہ وغیرہ سے بدشگونی لینا یا کسی چیز کو یا آواز کو منحوس سمجھنا اور اس سے بدفالی لینے کو طیرہ کہتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں سفر کرتے وقت مسافر دیکھتا کہ پرندہ کس جانب اڑا ہے، اگر دائیں اڑتا تو اپنے سفر کو کامیاب اور مبارک سمجھ کر سفر کرتا اور اگر بائیں اڑتا تو اپنے سفر کو ملتوی کرتا اور اس سے شوم لیتے۔ اس غرض سے بعض لوگ پرندہ کو خود اڑاتے تھے۔ ایسی چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے۔(فتح الباری ١٠/٢١٢)

بلتستان میں آج بھی زمانہ جاہلیت کی طرح کوے، لومڑی اور الو کی آواز سے کسی شخص کی موت مراد لینا پایا جاتا ہے۔

ولا یکتوون: یہ لفظ صحیح بخاری میں آیا ہے (بخاری ١١/٤٠٦) جس کا معنی لوہا گرم کرکے داغ لگانا ہے۔

امام ابن الأثیر فرماتے ہیں (الكى بالنار من العلاج المعروف فى كثير من الأمراض) ''کی'' آگ کا داغ لگانا اور یہ مشہور و معروف علاج ہے۔ جس سے بہت سی بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ (النهاية ٤/٢١٢)۔

وعلى ربهم يتوكلون: توکل کا معنی بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا ہے۔ امام ابن الأثیر فرماتے ہیں (يقال: توكل بالأمر: اذا ضمن القيام به، ووكلت أمرى الى فلان اى ألجأته إليه واعتمدت فيه عليه، ووكل فلان فلانا إذا استكفأه أمره ثقة بكفايته، أو عجزاً عن القيام بأمر نفسه) کہا جاتا ہے توکل بالأمر: کسی کام کے کرنے کی ضمانت دی اور (وكلت أمرى الى فلان) فلان کی طرف میں نے اپنے معاملے کو سپرد کیا۔ (ووكل فلان فلانا) فلان نے فلان کو اپنے کام کیلئے کافی سمجھا، اس پر اعتماد کیا۔ (النهاية ٥/٢٢١)

حدیث کا ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے بطور کشف ومشاہدہ امتیں دکھلائی گئیں، تو میں نے دیکھا کہ ایک نبی کے ساتھ چند آدمی ہیں، ایک اور نبی کے ساتھ صرف ایک دو آدمی ہیں، ایک اور نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ اتنے میں اچانک ایک بڑا گروہ ظاہر ہو گیا تو میں نے سمجھا کہ یہ میری امت ہے۔ لیکن مجھے بتلایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم (بنو اسرائیل) ہے، لیکن تو دوسرے کنارے کی طرف دیکھ، میں نے اس طرف دیکھا تو ایک بڑا گروہ تھا۔ مجھ سے کہا گیا دوسرے کنارے کی طرف دیکھ، میں نے اس طرف دیکھا تو ایک بڑا گروہ تھا ''یہ تیری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے ہیں، جو جنت میں بغیر حساب و کتاب اور عذاب کے داخل ہوں گے'' آپ ﷺ یہ بیان کر کے مجلس سے اٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پس لوگوں نے ان خوش نصیبوں کے بارے میں بحث شروع کر دی جو بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ بعض نے کہا، شاید یہ وہ لوگ ہونگے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہوگا، بعض نے کہا ''یہ وہ لوگ ہو سکتے ہیں جن کی ولادت زمانہ اسلام میں ہوئی ہوگی اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا۔ اس طرح انہوں نے اپنے گمان کے مطابق کئی چیزوں کا ذکر کیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے اور آپ نے پوچھا تم کس چیز میں بحث کر رہے تھے؟ انہوں نے آپ کو ساری بات بتلائی تو آپ نے فرمایا ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ خود جھاڑ پھونک کرتے نہ کسی اور سے کرواتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں''۔ یہ سن کر عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور کہا ''اللہ کے رسول (ﷺ) دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تو ان ہی میں سے ہے'' پھر ایک اور

آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا ''میرے لئے بھی دعا فرمائیں، اللہ مجھے بھی ان میں سے کردے''۔ آپ نے فرمایا ''عکاشہ اس میں تجھ سے سبقت لے گیا ہے''۔

حدیث کی تشریح اور مسائل:

1- یہ قصہ آپ ﷺ کے ساتھ کب واقع ہوا ؟

امام ابن حجر فرماتے ہیں: کہ بعض روایات سے واضح ہے کہ یہ قصہ آپ کے ساتھ اسراء ومعراج کے وقت پیش آیا لیکن یہ اس وقت درست ہوسکتا ہے کہ واقعہ اسراء کئی بار رہا ہو اور یہ مدینہ میں بھی واقع ہوا ہو۔ اور بعض روایات میں اس لفظ کے ساتھ آیا ہے: (**أبطأ رسول الله ﷺ عن صلاة العشاء حتیٰ نام بعض من کاٰن في المسجد**.......) یعنی نبی کریم ﷺ ایک دفعہ مسجد نبوی میں نماز عشاء کیلئے دیر سے آئے یہاں تک کہ بعض اہل مسجد اونگھنے لگے۔ تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں پیش آیا۔ (فتح الباری ١١/٤٠٧)

بہر حال یہ واقعہ چاہے مدینہ میں ہو یا مکہ میں، بیداری کی حالت میں ہو یا نیند کی، دونوں صورتوں میں حجت ہے چونکہ انبیاء کرام کا خواب بھی وحی کی ایک صورت ہے۔

2- حدیث ہذا سے امت محمدیہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، کہ اس امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے۔ (اللہ ہم کو بھی اس زمرے میں کردے۔)

بعض روایات میں (**ولو استزدته لزادني**) کا لفظ ہے، اور اس روایت کو ابن حجرؒ نے سند جید کہا ہے۔ (فتح الباری)

صحیحین کی بعض دوسری روایات میں ان ستر ہزار لوگوں کا وصف اس طرح آیا ہے: (**عن ابی هريرة ﷺ قال : سمعت النبي ﷺ يقول: " يدخل الجنة من أمتي زمرة وهم سبعون الفا تضئ وجوههم إضاءة القمر ليلة البدر....**'' (بخاری ١١/٤٠٦) ''ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ جس کی تعداد ستر ہزار ہے جنت میں داخل ہوگا، ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہے ہوں گے۔

اور سہل بن سعدؓ کی روایت میں اس طرح آیا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا:'' **ليدخلن الجنة من أمتي سبعون الفا۔ أو سبعمائة ألف شک في أحدهما۔ متماسكين آخذا بعضهم بعضا حتى يدخل أولهم وآخرهم الجنة ووجوههم على ضوء القمر ليلة البدر**) ''میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ (راوی کا

شک ہے) افراد جنت میں اس طرح جائیں گے کہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے، یہاں تک کہ اول وآخر سب بیک وقت داخل ہوں گے اوران کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔" (البخاری ۱۱/۴۰۶)

3- اس امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ خود دم جھاڑ کرتے ہیں اور نہ دوسروں سے کرواتے ہیں، نہ داغ لگاتے ہیں اور نہ دوسروں سے لگواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں اور اللہ پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں۔ اکثر روایات میں انہی چار اوصاف کا ذکر ہے۔

آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان چار چیزوں کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

ا۔ بدشگونی لینا: یہ اسلام میں جائز نہیں بلکہ شرک ہے۔ چونکہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کے تابع ہیں اور اللہ ﷻ نے کسی چیز کو نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا(ان العیافة والطرق والطیرة من الجبت) "پرندوں کو ہانکنا اور چھوڑنا (اوران کے ناموں، آوازوں اور سمتوں سے فال لینا)، (زمین یا ریت میں) لکیر کھینچنا یا کسی چیز کو یا آواز کو منحوس سمجھنا شیطان کا کام ہے۔" (مسند احمد ۳/۴۷۷، سنن نسائی ۸/۲۷۵، شرح السنة للبغوی ۱۲/۱۷۷)

۲۔ دم جھاڑ کرنا: لایرقون ولا یسترقون "یہ وہ لوگ ہیں جو نہ خود جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ کسی سے کرواتے ہیں" ☆متفق علیہ روایات میں صرف (لایسترقون) ہے جبکہ مسلم کی ایک روایت میں (لایرقون) کا لفظ بھی آیا ہے۔

۳۔ داغ لگانا یا لگوانا: ولا یکتوون "نہ یہ لوگ آگ سے داغ لگاتے ہیں"۔ یہ ایک قسم کا علاج ہے جو کہ کئی امراض کے لئے مفید ہے۔ تو کیا علاج کرنا توکل کے منافی ہے؟ ایک حدیث میں ہے "ما أنزل الله داء الا انزل له شفاء" (بخاری ۱۰/۱۳۴ کتاب الطب) "یعنی اللہ نے کوئی بھی بیماری نازل نہیں کی مگر اس کے لئے شفاء بھی نازل کیا ہے۔"

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی روشنی میں یہ استدلال لینا غلط ہے کہ علاج معالجہ کرنا توکل کے منافی ہے۔ بلکہ علاج کرنا، اسباب ووسائل اپنانا، پھر عاقبت اور انجام اللہ پر چھوڑنا ہی حقیقی توکل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک المتوکل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے "قرأت فی التوراة صفة النبی ﷺ" محمد رسول الله عبدی ورسولی سمیته المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الأسواق...." (صحیح بخاری ۸/۴۵۰ فی تفسیر سورة الفتح،

☆ اس نکتے سے متعلق نوٹ آخر میں ملاحظہ فرمایئے۔

احمد فی المسند ۲/۱۷٤)

اس کے باوجود آپ ﷺ نے اسباب ووسائل اختیار کیے، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری دوائیوں میں اگر شفاء ہو تو ان چیزوں میں ہے: (۱) سینگی لگانے میں۔ (۲) آگ سے داغ لگانے میں، لیکن داغ لگانا مجھے پسند نہیں۔ (بخاری کتاب الطب باب من اکتوی او کوی غیرہ ۱۰/۱۵٤)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: (**الشفاء فی ثلاث :شربة عسل، وشرطة محجم وکیة نار**) "شفا تین چیزوں میں ہے: شہد کے پینے میں، سینگی کی چیر پھاڑ میں، اور آگ کا داغ لگانے میں"۔ لہذا آگ کا داغ لگانا حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے خود اسعد بن زرارة رضی اللہ عنہ کو شوکہ بیماری سے داغ لگایا۔ لیکن بعض روایات میں اس سے منع بھی وارد ہوا ہے۔ اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک طبیب بھیج کر داغ لگوایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نمونیہ (ذات الجنب) بیماری سے داغ لگایا جبکہ نبی ﷺ زندہ تھے۔ (تیسیر العزیز الحمید ۱۰۹)

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں: داغ لگانے کے بارے میں احادیث کی کل چار صورتیں ہیں۔ (۱) آپ ﷺ نے خود لگایا۔☆

☆ جس روایت میں داغ لگانے کے عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کیا گیا ہے، اسے مجاز پر محمول کرنا اولیٰ ہے، کیونکہ سینگی اور داغ لگانے جیسے اعمال کے لئے خاص ماہرین معروف ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسعد بن زرارة رضی اللہ عنہ کے علاج کے لئے ایک طبیب بھیجا، اس نے ان کو داغ لگایا۔ اور راوی نے اسے مختصر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ واللہ اعلم

پھر لوہا گرم کر کے داغنے کا عمل ایک تکلیف دہ علاج ہے۔ منع اور ناپسندیدگی کے ساتھ اس میں شفاء ہونے کی صراحت کا تقاضا ہے کہ جب تک کوئی دوسرا علاج کارگر ہو سکتا ہے وہی آزمانا چاہیے، اور جب تک دیگر ہر علاج ناکام ثابت نہ ہو داغ ہرگز نہ لگایا جائے۔ اور اگر کوئی مؤمن اس صورت میں بھی داغ لگانے سے اجتناب کرے اور مرض کو قضائے الٰہی سمجھ کر صبر وشکر کا التزام کبھی نہ چھوڑے تو یہ توکل علی اللہ کا اعلیٰ ترین مقام ہے، جس پر بندہ اس خوش نصیب زمرے میں شامل ہونے کا سزاوار ہوگا۔ اگر انسان کو صبر وشکر پر ثابت قدم نہ رہنے کا اندیشہ ہو تو داغ سمیت علاج کی ہر ممکن صورت کو اپنانا چاہیے، تاکہ وقت گزرنے کے بعد حسرت اور پچھتاوا نہ رہے۔ یہ اعلیٰ ترین درجے سے ادنیٰ درجے کا توکل ہے۔ (المنهاج شرح مسلم بن الحجاج ۳/۹۱)

☆(۲) آپ ﷺ نے اس چیز کو ناپسند کیا۔(۳) جس نے اس کام کو ترک کیا اس پر تعریف کی۔(۴) اس چیز سے منع کیا۔اس کی توجیہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا فعل جواز کی دلیل ہے، آپ ﷺ کا پسند نہ کرنا منع پر دلالت نہیں کرتا، اس کے ترک پر تعریف کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اسے چھوڑنا افضل ہے۔اور نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔(تیسیر العزیز الحمید ۱۱۰)

خلاصہ یہ ہوا کہ آگ کا داغ لگانا جائز ہے اور توکل کے منافی نہیں۔البتہ صحیح آدمی کا (احتیاطی تدبیر کے طور پر) داغ لگانا توکل کے خلاف ہے۔البتہ مریض کا داغ لگوانا درست اور توکل کے مطابق ہے۔(فتح الباری ۱۰/۱۵۵)

وعلی ربھم یتوکلون: ''اللہ ہی پر بھروسہ اور یقین رکھتے ہیں۔'' یہ جملہ یا تو سابقہ تین اشیاء کی تفسیر ہے۔یعنی بدشگونی نہ لینا، دم جھاڑ نہ کرنا اور نہ کرانا، داغ نہ لگانا، ان تمام چیزوں کو توکل کہا جاتا ہے۔یا یہ مستقل الگ جملہ ہے، جس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ ستر ہزار لوگ جو بغیر حساب کے جنت جائیں گے، ان کے اوصاف میں سے ایک ''توکل علی اللہ'' بھی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ آخری جملہ ہی اصل اور جامع ہے، جس کے نتیجے سے مذکورہ افعال اور خصلتیں نکلی ہیں، وہ توکل علی اللہ ہے۔(تیسیر العزیز الحمید ۱۱۰، فتح المجید ۵۹)

توکل کی حقیقت: امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''امام طبریؒ اور چند دوسرے علماء نے کہا: توکل اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک دل غیر اللہ کے خوف سے بالکل خالی نہ ہو، یہاں تک کہ طلب رزق بھی چھوڑ کر اس معاملے میں بھی صرف اللہ کے بھروسے پر بیٹھے رہنا چاہیے۔بعض نے کہا: توکل یہ ہے کہ اس حد تک اللہ پر اعتماد ہو کہ اس کی قضا وقدر کسی صورت میں بھی نافذ ہوگی اور طلب رزق میں سنت نبوی کے مطابق کوشش کرے، جیسے کھانے پینے کا انتظام اور دشمن سے بچنے کے لیے حفاظتی تدابیر وغیرہ۔اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام نے کر کے دکھایا ہے۔

امام ابوالقاسم القشیریؒ فرماتے ہیں: ''توکل کا اصل مرکز دل ہے، لیکن ظاہری حرکات کے ذریعے اسباب ووسائل تلاش کرنا توکل بالقلب کے منافی نہیں بلکہ انسان کو چاہیے کہ اعتماد قلب کے بعد وسائل اختیار کرے، پھر انجام اللہ پر چھوڑ دے۔

﴿ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون ﴾ (ابراھیم/۱۲) ''مؤمنوں کو چاہئے کہ اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔'' کی تشریح میں شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ پر توکل کرنا عبادت ہے اور یہ فرض ہے، اور اس عبادت کو غیر اللہ کے لئے کرنا شرک ہے۔پھر آپ نے توکل علی الغیر کی دو قسمیں بتائیں:

۱ - ان چیزوں میں غیر اللہ پر توکل کرنا جو صرف اللہ ہی کرسکتا ہے مخلوق اس سے عاجز ہے۔ جیسے مُردوں اور طواغیت پر اپنی ضروریات اور حاجات پوری کرنے کا بھروسہ رکھنا، ان سے اولاد، رزق یا شفاعت مانگنا یہ شرک اکبر ہے۔

۲ - اسباب ظاہری اور عادی چیزوں میں توکل کرنا، جیسے کسی بادشاہ یا حکمران پر اپنی روزی کے متعلق یا دفع شر کے متعلق بھروسہ کرکے پُر امید رہنا۔ اور یہ شرک خفی ہے۔

لیکن اس دوسری قسم میں اگر وہ پہلے اللہ پر پورا بھروسہ رکھے، پھر اسباب اختیار کرکے ان امیروں یا بادشاہوں سے کچھ مانگے اور دینے کی امید رکھے تو شرک نہیں۔ (تیسیر العزیز الحمید: ۴۹۷۔۴۹۸)

معلوم ہوا کہ مطلق اسباب و وسائل کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔ لیکن بعض انسانوں میں توکل کی ایسی اعلیٰ کیفیات موجود ہوتی ہیں کہ وہ کسی صورت میں بھی اسباب و وسائل اختیار نہیں کرتے۔ خصوصاً حدیث ہذا میں مذکورہ اشیاء کی طرف توجہ نہیں کرتے، بلکہ وہ چٹان کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔ ان کا یقین اور بھروسہ اللہ پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دم جھاڑ کرتے اور نہ داغ لگاتے اور نہ بدفالی لیتے ہیں، تو ایسے لوگوں کا ایمان اور بھروسہ اعلیٰ مقام کو پہنچتا ہے، اور ان کے لئے بغیر حساب و کتاب کے جنت جانے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور یہ توکل کا اعلیٰ مرتبہ شمار ہوگا۔ لوگ ایمان میں جس طرح متفاوت ہیں، اسی طرح توکل میں بھی متفاوت ہوں گے۔

ہمارے نبی ﷺ نے بھی توکل کی تمام اقسام کو اپنایا۔ جہاں آپ ﷺ کو وسائل اختیار کرنا مناسب نہیں لگا' وہاں آپ نے نہیں کیا۔ مثلاً ایک دفعہ آپ ﷺ نجد کے غزوہ سے فارغ ہوکر واپسی کے سفر میں ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ اچانک ایک بدوی نے آپ کی تلوار لی اور آپ سے کہا اے محمد بتلاؤ! اب تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اس وقت آپ ﷺ نے صرف اللہ پر اعتماد کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آواز تک نہ دی اور آپ ﷺ نے پوری متانت، یقین اور اعتماد کے ساتھ فرمایا ''اللہ'' اللہ مجھے بچائے گا۔ یہ لفظ ارشاد فرماتے ہی اس بدوی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ (بخاری کتاب الجهاد باب من علق سيفه بالشجر في السفر، مسلم كتاب الفضائل باب توكله ﷺ)

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب قوم نے آگ میں پھینکنے کا ارادہ کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے کسی قسم کی مداہنت کرکے جان بچانے کی کوشش نہیں کی بلکہ اپنے موقف پر پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہے، جس کی پاداش میں آپ کو آگ میں پھینکا گیا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم نے بحکم الٰہی اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنی بیوی کے ساتھ مکہ کے بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑا۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا توکل ہے۔

لیکن بعض مقامات پر انبیاء کرام علیہم السلام نے تمام وسائل کو اختیار کیا۔ آپ ﷺ کو اللہ نے حکم دیا ﴿خذوا حذرکم﴾ ''تم اپنے اسلحے لے چلو'' آپ ﷺ نے غزوات میں ذرہ بھی پہن لیا۔ اور آپ ﷺ نے دوائی بھی کھائی اور دم جھاڑ بھی کیا، ہر مقام پر مناسب اقدام آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ ساری چیزیں اسباب اختیار کر کے انجام میں اللہ پر امید رکھنے کی قسم میں سے ہیں۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کافی کم ہونے کے باوجود مسلمانوں نے اللہ پر کامل یقین رکھ کر ایک بڑے لشکر کا مقابلہ کیا اور ان کے اسی توکل کی بنا پر اللہ پاک نے ان کو فتح نصیب کیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ہماری امت کی تعداد جنت میں دوسروں سے کافی زیادہ ہوگی۔ اور ان میں سے 70 ہزار بغیر حساب وعذاب کے سیدھے جنت جائیں گے۔ (اللھم اجعلنا منھم) اللہ پر اعتماد کرنے والوں کی فضیلت ثابت ہوئی، مسنون دعاؤں کے ساتھ جھاڑ پھونک اور علاج معالجہ اگرچہ جائز ہے، تاہم جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے ان اشیاء سے اجتناب کرتے ہیں، ان کی بڑی قدر ہوگی۔ (وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

☆ **استدراک**: دم اور جھاڑ پھونک کی شرعی حیثیت:

دم اور جھاڑ پھونک وغیرہ کی کئی صورتیں ہیں:

[۱] دعائیں پڑھ کر مریض پر دم کرنا۔ یہ ثابت ہے۔ [۲] دعائیں پڑھ کر کسی غذا یا دوا پر دم کرنا اور مریض سے استعمال کرانا۔ یہ جائز ہوسکتا ہے۔ [۳] کسی چیز پر لکھ کر چٹوانا یا دھو کر پلانا، یہ ثابت نہیں ہے۔ [۴] لکھ کر جسم پر کہیں لٹکانا یا باندھ لینا۔ یہ بھی ثابت نہیں ہے۔ [۵] کسی دھاگے وغیرہ پر دم کر کے باندھ لینا۔ یہ حرام ہے۔

اور اس میں پڑھی یا لکھی جانے والی چیزوں کی بھی کئی صورتیں ہیں:

[۱]۔ قرآن وحدیث میں ثابت شدہ ادعیہ واذکار، یہ درست ہیں۔

[۲]۔ ایسے اذکار واوراد جن میں ابجد کے اعداد استعمال کیے گئے ہوں۔ ان سے بھی پرہیز کرنا لازمی ہے، کیونکہ یہ اعداد زمانہ جاہلیت میں مختلف کافر اقوام کے ہاں رائج تھے۔ اسی لیے اسلاف امتؒ نے انہیں بالکل اختیار نہیں فرمایا۔ نیز بعض اوقات اس کے مختلف مطلب بھی ہوسکتے ہیں۔ جیسے 786 تسمیہ کا نمبر بھی ہے اور ہندوؤں کے کسی اوتار کا نام بھی۔

[۳]۔ ایسے اذکار واوراد جن میں ناقابل فہم الفاظ استعمال کیے گئے ہوں، ان سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے،

کیونکہ یہ عام طور پر غیر اللہ سے استعانت، طاغوت سے استغاثہ یا اسی قسم کی دیگر خرافات کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

[۴]۔ ایسی عبارتیں جن میں شرکیہ الفاظ شامل ہوں، یہ واضح طور پر حرام اور کفر کے کام ہیں۔

ان چاروں میں سے پہلی چیز یعنی قرآنی اور مسنون دعائیں پڑھنا اور برتنے کی پہلی صورت یعنی پڑھ کر مریض پر دم کرنا حدیثوں سے ثابت ہے۔ انہیں پڑھ کر دم کرنا یا غذا، دوا وغیرہ پر پڑھ کر مریض کو کھلانے، پلانے یا مالش کرنے کا جواز بھی مل سکتا ہے۔

دیگر تمام صورتیں شرعاً ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ ﴿ **وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا** ﴾ اور حدیثِ نبوی: {من احدث فی امرنا ھٰذا ما لیس منہ فھو رد} [متفق علیہ] کے تحت بدعت اور حرام ہیں، اور شرک ہونے کی صورت میں کفر بھی۔

چوتھی صورت یعنی لکھ کر یا دم کر کے باندھنے یا لٹکانے کی صورت میں اس دھاگے یا کاغذ سے کسی قدر جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کی امید بھی پیدا ہو سکتی ہے، جو کہ بالکل حرام ہے۔

اس قسم کے غیر شرعی تصور سے قلب و ذہن کے بالکل پاک ہونے کی صورت میں بھی اس سے مکمل اجتناب کرنا لازم ہے، کیونکہ اس قسم کی تعویذ میں آیات و احادیث اور اسمائے الٰہی کی توہین کا پہلو بھی کچھ کم خطرناک نہیں، کیونکہ بشری تقاضوں کے تحت انسان کا ہر وقت پاک صاف حالت میں رہنا اور پاک و صاف جگہ ہی پر رہنا ممکن نہیں۔

اس باب میں جو صورت حدیث شریف سے قولاً و عملاً ثابت ہے، اس پر عمل کرنے میں بھی یہ احتیاط ملحوظ رکھنا چاہیے کہ دم کرنے والی شخصیت کی ذات سے حصولِ نفع یا دفعِ شر کی امید کا ذرا سا شائبہ تک قلوب و اذہان کے کسی کونے کھدرے میں دَر آنے نہ دیا جائے، ورنہ انسان کے شخصیت پرستی میں مبتلا ہو کر شرک میں واقع ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہوگا۔ اور یہ توکل علی اللہ کے بھی منافی ہے۔ ہاں کسی متقی سے دعا کی درخواست کرنا اور اس کے احسان کا شکریہ ادا کرنا درست ہے۔

جس طرح کوئی شخص کہتا ہے: ''مجھے بخار ہوا اور پیراسٹامول کی گولی کھا کر ٹھیک ہو گیا''۔ اس طرح انسان کا یہ کہنا مناسب نہیں کہ ''**میں تکلیف میں مبتلا تھا، فلاں نے دم کیا تو ٹھیک ہو گیا۔**'' اس قسم کی باتیں اگرچہ توکل کے بالکل منافی ہو کر انسان کو گناہ کی سرحد میں داخل کرنے والی نہیں، لیکن توکل علی اللہ کے اعلیٰ ترین درجے کا تقاضا یہ ہے کہ نہ صرف ایسی باتوں سے زبان کو بچایا جائے، بلکہ دل کو بھی ایسے تصور سے پاک و صاف رکھا جائے۔

دوائیوں اور دم جھاڑ میں یہ فرق ملحوظ رکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ثانی الذکر علاج کے مادی اسباب کی قسم میں سے

نہیں ہے۔ لہٰذا ان میں صد فیصد اللہ پاک کے فضل وکرم کا ذکر اور شکر ہونا چاہیے۔ اور مسلمان کا یقین یہ ہونا چاہیے کہ شفائی تأثیر اللہ پاک کے کلام قرآن مجید اور اس کے رسول ﷺ سے ثابت شدہ دعاؤں میں ہے، شفا کا حصول کسی بھی شخصیت کے مرہونِ منت نہیں۔ ان باریک امور میں کسی قسم کی کوتاہی یا کجروی واقع ہو جائے تو اس سے مسلمان کے توکل علی اللہ میں نقص واقع ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور جن جلیل القدر اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دم جھاڑ کرنا اور کرانا ثابت ہے، وہ مذکورہ بالا محتاط قسم پر محمول ہے، جو توکل علی اللہ کے اعلیٰ معیار کے ہرگز منافی نہیں۔ لیکن اس درجہ احتیاط برتنا کہ نفسِ انسانی میں دعائیہ عبارت یا دم کرنے والے شخص سے متعلق ادنیٰ سے بھروسے کا شائبہ تک نہ آنے پائے، بلکہ ذہن کو ان ظاہری اسباب اور اس کے نتائج کے وہم سے بالکل پاک صاف کر کے تمام نتائج وعواقب کو صرف اور صرف اللہ پاک کی ذات پر مرکوز رکھا جائے، ہر مؤمن ومتقی کے بس کی بات نہیں۔ بلکہ یہ صرف ایسے مخلص اہلِ احسان کے نصیب میں آ سکتی ہے، جنہیں اللہ عزوجل کی طرف سے خصوصی توفیق مرحمت ہو۔

لہٰذا توکل کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز رہنے کا تقاضا ہے کہ دم کرنے یا کرانے کے نتیجے میں مذکورہ بالا جھمیلوں میں پڑنے کے خوف سے کسی بھی صورت میں دم جھاڑ وغیرہ سے مکمل اجتناب کیا جائے کہ: ''**نہ رہے بانس نہ بجے بانسری**''

یہ بات انتہائی قابل ذکر ہے کہ ایسے اعلیٰ پائے کے مؤمن کسی بھی قسم کی جانی، مالی، نفسیاتی یا اقتصادی مصیبت کو تقدیرِ الٰہی کا اٹل فیصلہ سمجھ کر شکر وصبر کے پیکر بنے رہتے ہیں اور اپنے قول وعمل سے جزع فزع اور ناشکری کا ادنیٰ سا مظاہرہ بھی نہیں ہونے دیتے۔ **اللہ اعلم وعلمہ اتم**

ایسے ہی خوش نصیب توکل علی اللہ کے اعلیٰ ترین معیار پر قائم رہنے کے شرف سے مشرف رہتے ہیں۔ اور یہی وہ اللہ والے ہیں، جو روزِ محشر مقابر سے اٹھتے ہی سیدھے جنت الفردوس کی جانب مسرت وشادمانی سے چہکتے ہوئے لپکیں گے اور جنت کے ہر دروازے پر ان کے استقبال کا شایانِ شان انتظام ہوگا۔ **اللھم اجعلنا منھم**

(عبدالوھاب خان)

❁❁❁❁❁